دینِ مسیحی کو قبول نہیں کیا جا سکتا ۔ ان اسباب کا تجزیہ کیا جائے جس کے باعث مسلمانوں کی اپنے عقیدے سے وابستگی ختم نہیں ہوتی ۔ اور ان کے ازالہ کے لئے دلیلیں فراہم کی جائیں ۔

اس نے فلسفہ کی افادیت پر بھی زور دیا کہ فلسفہ بے دینوں (مسلمانوں) کا مؤثر ہتھیار ہے ۔ عیسائیوں کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ اس پر عبور حاصل کریں اور اس کا استعمال ان کے خلاف کریں ۔ کلیسا نے ان تجاویز کو طویل عرصہ غور و خوض کرنے کے بعد بالآخر عملی اقدام کے لئے قبول کیا ۔

پندرہویں صدی عیسوی مغرب کے لئے شدید ہیجانی دور تھا ۔ ۱۴۵۳ء تا ۱۴۶۰ء یہ ہیجان نکتہ عروج پر رہا ۔ اسی درمیان ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے مشرقی سلطنت روم کا وجود مٹا دیا ۔ مشرقی عالمِ عیسائیت نے مغرب کی بالادستی قبول کرنے پر ترکوں کی اطاعت کو ترجیح دی ۔ اب عالمِ اسلام اور مغرب کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی ۔ سرحدوں کا راست اتصال ایک مستقل خطرہ تھا ۔

ان حالات میں مغرب خود کو بے یار و مددگار پا رہا تھا ۔ ہر مکتبِ فکر اس خطرے سے متاثر تھا ۔ متعدد مفکرین نے اس خطرے کے ازالے کیلئے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں ۔ ان تجاویز پر غور و فکر کیلئے کانفرنسیں منعقد ہوئیں ۔ یہ تجاویز طریقۂ کار کے اعتبار سے مختلف تھیں ۔ لیکن سب کا مطمح نظر مشترک تھا کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے ۔

جان آف سگو یہ قرآن کے دقیق مطالعے کے بعد اس میں خامیاں دریافت کر کے یہ ثابت کرنے کا داعی تھا کہ یہ کلام ربانی نہیں ۔ وہ ہتھیاروں کے بجائے دلائل و براہین کے ذریعے اسلام کو شکست دینے کا حامی تھا ۔ نکولاس آف کیوسہ اختلافی مسائل سمیٹ کر مجتمع کرنا چاہتا تھا اور اختلافی وجوہات ختم کر کے مسلمانوں کو دائرہ عیسائیت میں داخل کرنے کا متمنی تھا ، جین جرمین کے نزدیک اسلام کا علاج تلوار تھا ۔ اس نے مغرب کو متحد ہو کر عالم اسلام کو تہہ و بالا کرنے کا پرچار کیا ۔

انیئیس سلویئس مسلم حکمرانوں کو تحریص و ترغیب کے ذریعے عیسائی بنانا چاہتا تھا ۔ اس مقصد کے لئے اس نے سلطان محمد فاتح کو بھی ایک خط لکھا ۔ مذہبی مصلحین کلیسا کی اصلاح اس لئے کرنا چاہتے تھے کہ کلیسا کے سبب عالم عیسائیت میں جو انتشار

© rasailojaraid.com

تھا وہ دور ہوسکے اور عیسائی متحد ہوکر اسلام سے نبرد آزما ہوسکیں۔

بالآخر ایک مربوط لائحہ عمل مرتب ہوا۔ یونیورسٹیوں میں عربی شعبے قائم ہوئے۔ علوم اسلام کا ترجمہ ہوا مستشرقین کا گروہ پیدا ہونے لگا۔ یہ گروہ کلیسا کے مقاصد کی تکمیل کرنے لگا۔ اس نے اسلامی مواد کو مغربی سانچوں میں ڈھالا۔ یہ سانچے مستشرقین کو عہد وسطیٰ سے وراثتاً ملے تھے۔ عہد وسطیٰ سے ملنے والا علمی ورثہ (باب چہارم) مستشرقین کے ہاتھوں صیقل ہوا۔ اس پر ملمع چڑھا۔ اور مغربی ساکھ نے اسے دنیا میں عام کیا۔

جب دنیا اسیر مغرب ہوئی تو ہر فن میں مغرب کو سند تسلیم کیا جانے لگا۔

اسلام کے بارے میں بھی مستشرقین کی رائے کو عالمی اہمیت میسر آئی جس کے باعث عیسائی دنیا بدستور تعصب میں ملوث اسلام سے گریز کرتی رہی۔ اسلامی معاشرے میں مغرب پرست طبقہ اسلام سے بیگانہ ہوتا گیا اور غیر جانبدار اقوام نے مغربی عینک سے اسلام کو دیکھا۔ جس کے سبب اسلام کے صحیح خدوخال سے نہ صرف ناآشنا رہیں بلکہ بڑی حد تک ان کی غیر جانبداری مغرب کی ہمنوائی میں تبدیل ہونے لگی۔

باب پنجم میں حسب توفیق ان اعتراضات پر بحث کی گئی ہے۔ جو عام طور پر مغربی اہل قلم کا شیوہ ہیں۔ بحث میں شعوری طور پہ کوشش کی گئی ہے۔ مسلم اہل قلم کے افکار کا کم سے کم حوالہ دیا جائے۔ اندرونی شہادتوں سے بدرجہ مجبوری کام لیا گیا ہے۔ حتی الامکان وہی شہادتیں پیش کی گئی ہیں جو خود مغربی ہوں یا مغرب کی نظر میں بھی مستند ہوں تاریخی واقعات کے حوالے کم سے کم دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ واقعات ہر مستند تاریخ میں ملتے ہیں۔

شعوری طور پر یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ قلم جذبات سے بلند تر رہے انشاء پردازی سے بھی ممکنہ گریز مطمع نظر تھا۔ تاہم نہ جذبات سے عاری ہوں۔ نہ عقیدت ختمی مرسلت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیگانہ۔

آخر میں احسان فراموشی ہوگی اگر میں اپنے ڈائریکٹر مکرمی ڈاکٹر محمد طاہر ملک صاحب چیئرمین شعبۂ اسلامیات کراچی یونیورسٹی کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی پرخلوص معاونت وہدایت کے بغیر یہ مقالہ تشنۂ تکمیل رہتا۔

عبدالقادر جیلانی۔ کراچی

d.com

"منہاج القاصدین"

زیرِ تبصرہ کتاب چھٹی صدی ہجری کے معروف عالم، جنہیں بیک وقت مفسر، محدث خطیب اور مصنف ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالےٰ کی تصنیف ہے جو ضخامت کے اعتبار سے بہت بڑی تھی، اس کی تلخیص ساتویں صدی ہجری کے نامور حنبلی عالم، امام احمد بن محمد قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی، اس کا اُردو ترجمہ مولانا سلیمان کیلانی نے کیا اور ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور نے اسے شائع کیا۔ یہ کتاب "المنار بک سنٹر"، منصورہ لاہور ۱۸ سے ایک سو روپے میں دستیاب ہے۔ امام ابن جوزی کا دورِ حیات خلافت بنو عباس کا آخری دور ہے، جبکہ مسلمان اعتقادی، فکری اخلاقی اور عملی طور پر کھوکھلے ہو چکے تھے۔ اور خلیفہ کا وزیر اعظم ابن علقمی تاتاریوں سے سازش کر کے اس سلطنت کو تباہ کرنے کی ٹھان چکا تھا۔

اس دورِ زوال میں اللہ تعالےٰ نے علامہ اقبال کے شعر ؎ "خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں۔ توڑ دیتا ہے کہ موسیٰؑ طلسم سامری" کے مصداق اپنے دائمی قانون کے تحت جو چند عظیم اشخاص پیدا کئے۔ ان میں ایک ابن جوزیؒ بھی تھے، جنہوں نے مذکورہ سُنّتِ الٰہی کے مطابق اس دور میں اُمّتِ مسلمہ کو متنبہ کرنے کا فرض انجام دیا۔ ۱۲ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو عروس البلاد بغداد میں امام کی وفات ہوئی تو قلموں کے تراشہ سے ان کے غسل کا پانی گرم کیا گیا۔ لیکن تراشہ پھر بھی بچ گیا۔ یہ امام کی وصیت تھی، ورثا نے اس شہیدِ علم کی وصیت پر عمل کیا۔ موصوف نے تین صد سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جو تفسیر، حدیث، اُصولِ فقہ، سیرت، تاریخ، عربی ادب، اخلاقیات، رجال حدیث وغیرہ موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ہر کتاب خاصی ضخیم ہے اور بعض کی تو کئی کئی جلدیں ہیں انہی کی کتابت و تحریر کے لئے وہ قلمیں بناتے تو تراشہ محفوظ کر لیتے جو ان کے غسلِ میت کے لئے پانی گرم کرنے کے کام آیا۔

دُنیا کے تمام عظیم انسانوں کی طرح امامِ موصوف کو بھی کم و بیش ۵ برس جیل میں

© rasailojaraid.com

گذارنے پڑے اور اس طرح سنت یوسفی و محمدی علیہما السلام پر عمل کی توفیق میسر آئی۔ ان کا جُرم کچھ نہ تھا، "ہاں حق گوئی" تھی جسے اگر جُرم کہا جائے تو یہ ایسا جُرم ہے جو ہر دور کے اہلِ صدق و صفا نے کیا ہے۔ اربابِ دین و دانش ہر دور میں اربابِ اختیارات کو خیر کی تلقین کا فرض ادا کرتے رہے لیکن بدقسمتی ہے مؤخر الذکر حضرات نے مقدم الذکر طبقہ کو ہمیشہ اپنا حریف سمجھ کر پس دیوارِ زنداں دھکیلنا چاہا۔ یہ اربابِ صدق ایسے تھے کہ انہوں نے صدائے یوسفی میں "ربِّ السجنُ احب الی مما یدعوننی الیہ" کے انداز میں دیوارِ زنداں کو پسند کیا اور "کوئے یار" سے لیکر "سوئے دار" تک کی ہر آزمائش کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ پھر یہ عجیب سلسلہ ہے کہ تاریخ نے جن کی عظمت کو سلام کیا وہ یہی زندانی تھے اور جو انہیں ان بلند و بالا دیواروں کے پیچھے دھکیلنے والے تھے، تاریخ نے کبھی ان کو یاد تک نہ رکھا! امام کی سیرت کا یہ عجیب پہلو ہے کہ زندان کی زندگی میں بھی قلم و قرطاس سے ان کا رشتہ برابر قائم رہا اور وہاں بھی ان کے جنوں نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ "منہاج القاصدین" چونکہ اپنی ضخامت کے اعتبار سے بہت بڑی کتاب تھی اس لئے ان کے قریبی دور کے ایک صاحبِ علم اور حنبلی مکتب فکر کے عالم و محدّث ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسکی تلخیص کی تاکہ عام آدمی کیلئے اس سے استفادہ آسان ہوجائے۔ ابن قدامہ مختلف علوم و فنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، نامور محدّث و مدرس تھے اور لطف یہ کہ انہوں نے ساری عمر خلوص و ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے بغیر کسی اجرت درس و تدریس کا کام کیا۔

اس کتاب کے ذریعہ امام ابن جوزی نے اُس خطرناک تفریق کو ختم کرنے کی کوشش کی جس نے فقہ و حدیث اور تزکیہ و تصوف کا راستہ الگ الگ کر دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے لئے ہادی و رہنما بن کر تشریف لاتے تھے۔ ان کے فرائض میں "تزکیہ" کو بڑی اہمیت حاصل تھی، افسوس کہ بعض حضرات نے اس قرآنی اصطلاح سے منہ موڑ کر اس کی جگہ 'تصوف' کی اصطلاح اپنالی اور پھر بعض نے اگر اس چیز کا سرے سے انکار ہی کر دیا تو بعض نے اس کے چند غیر اہم مظاہر پہ اکتفا کرتے ہوئے شریعت اسلامی کی پابندی اور فرائض دینی کے اہتمام سے منہ موڑ لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بقول حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ کوئی مزکّی دینی صوفی و مرشد، کتاب و سُنت کے گہرے علم و ادراک